© rasailojaraid.com

عربی زبان میں جدیدت کا رجحان اور اس کا ارتقا (تقابلی مطالعہ)

مولانا عبداللہ عباس ندوی

جدیدیت کا مفہوم ہر جگہ یکساں نہیں ہے، عرب جب اس لفظ کو بولتے ہیں تو ان کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور برصغیر کے عربی داں اس کا مفہوم کچھ اور لیتے ہیں، ایک تحریک بھی ''الحداثة'' کے نام سے متعارف ہے وہ اگرچہ قدیم ہے لیکن آج کل اس کا عربی زبان میں بہت چرچہ ہے اور اس کا سرا بھی اس جدیدیت سے ملتا ہے۔

میں ان تینوں مناہج پر موضوعی انداز میں روشنی ڈالنے کی کوشش کرتا ہوں سب سے پہلے جدید عربی کے اس مفہوم کو سمجھ لیا جائے۔ جدید عربی کا مفہوم ہمارے ہاں یہ ہے کہ قدیم ذخیرہ الفاظ سے زیادہ جو الفاظ پائے جائیں وہ نئی عربی ہے، یہی نہیں بلکہ قدیم الفاظ کے نئے مشتقات جن کو درسیات کی کتابوں میں نہ پایا جائے، یا مفرد مستعمل کی جگہ اس کی جمع نئے قسم کی آجائے وہ سب نئی عربی ہے۔ خواہ وہ عربی قواعد کے لحاظ سے درست ہو، مثال کے طور پر ایک لفظ ''اکتتاب'' کو لیجئے، لغت میں اس کے معنی ہیں 'کسی کتاب کی اپنے قلم سے نقل لینا'، اور دوسرے معنی ہیں 'اسماء کی فہرست تیار کرنا' حدیث میں یہ لفظ آیا ہے غزوات کے موقع پر لوگوں کے ناموں کی فہرست تیار کی جاتی تھی۔ ایک صحابی کہتے ہیں: ''اکتتبت فی غزوة موتة اسماء الغزاة'' یعنی غزوہ موتہ کے وقت ہم نے شریک جہاد لوگوں کے اسماء کی فہرست تیار کی تھی، اب یہ لفظ کسی فنڈ میں چندہ دینے والوں کے نام لکھنے کے لئے مستعمل ہے، یہ لفظ اپنے اصلی مفہوم کے لحاظ سے صحیح ہے اور قدیم ہے لیکن چونکہ اس کا رواج نہیں ہے اس لئے اس کو نئی عربی میں سمجھا جانے لگا بعض وقت نحوی استعمالات سے پوری طرح واقفیت نہ ہونے وجہ سے کسی ایک ایسے استعمال کو جدید سمجھا جاتا ہے جس کی طرف ذہن منتقل نہیں ہوتا، مثلاً ہم کو صرف حرف ''یا'' کا صرف یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلب معلوم ہے کہ یہ ندا ہے، کسی کو مخاطب کرنا یا پکارنا ہو تو کہتے ہیں یا فلاں لیکن اگر الفیہ اور سیبویہ کی الکتاب میں دیکھئے تو اس کے متعدد استعمال معلوم ہوں گے، جیسے تنبیہ کے لئے کسی خطرے سے خبردار کرنے کیلئے اچھی یا بری بات پر بے ساختہ تاثر کے اظہار کے لئے مثلاً ''یا لھا من فزع'' کتنے کے خوف کی بات ہے یا کتنی گھبراہٹ کی بات ہے

اسی طرح ''یا صاح'' لفظی معنی ہیں، اے بیدار ہونے والے، مفہوم یہ ہے لوگو! ہوش میں آؤ، چونک جاؤ، مگر صرف ندا کے علاوہ جو مفہوم ہے اس کو نئی عربی کہا جاتا ہے مثلاً آج کل عرب میں کوئی بیرونی آدمی گھر کے اندر داخل ہوتا ہے اور کہنا چاہتا ہے کہ پردہ نشین خواتین اس جگہ سے ہٹ جائیں تو کہتے ہیں ''یا ساتر ''(۱) غرض یہ کہ قدیم لفظ کا استعمال بھی جدید سمجھا جاتا ہے کیونکہ ہماری محدود ضرورتوں میں اس کا رواج نہیں ہے۔

سب سے زیادہ معرب اور دخیل الفاظ کو نئی عربی کہا جاتا ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جب مسمّیٰ پایا جائے گا تو اس کا اسم بھی وضع ہوگا، تمدن کے ارتقاء اور ایجادات کی کثرت نے ہمیں وہ اشیاء دی ہیں جو پہلے نہیں تھیں، اب کیلئے اسماء کا لانا ضروری ہے، اس کی دو شکلیں ہیں ایک تو یہ کہ جس زبان سے لفظ برآمد ہوا وہی لفظ قبول کرلیا جائے جیسے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیلی پرنٹر وغیرہ (۲)، دوسری شکل یہ ہے کہ اس کا ترجمہ عربی کے ذخیرہ مصادر سے اس کے قاعدہ صرف واشتقاق کے مطابق وضع کرلیا جائے، جیسے فضائی سفر کے لوازمات، طب جدید کے آلات، انجینئرنگ کی اصطلاحات کیلئے موزوں ترین نام جو پورے مفہوم پر حاوی ہو کر اختیار کرلیا جائے مثلاً طار۔ یطیر کا مادہ عربی میں موجود ہے جس کے معنی اڑنے کے ہیں، اس کا اسم ظرف مطار ہے، مصدر طیران ہے، طیار اسم ہے۔ جو فعال کے وزن پر بنا ہے جو پیشہ بتانے کیلئے خاص ہے۔ جیسے حداد، صباغ، وغیرہ، ہبوط کے معنی اوپر سے نیچے اترنے کے ہیں۔ اقلاع کے معنی ہیں کشتی کا لنگر اٹھالینا۔ کسی چیز کا کلیتہً جگہ چھوڑ دینا، اب ان قدیم مادوں سے فضائی پرواز سے متعلق اسماء وضع کر لئے گئے ہیں تو ان کو نئی عربی کہنا ناواقفیت ہی کی بنا پر کہا جا سکتا ہے۔ مگر بہرحال ان کے استعمالات نئے ہیں۔ اس طرح کے الفاظ ہر زمانہ میں دوسری زبانوں سے منتقل ہوتے آئے ہیں، ان کے استعمالات کو جدید عربی کہا جاتا ہے، اس کی مثال یہ ہے ہم ٹیلی گرام کو تیلی غراف کہیں جو صرف صوتی ضرورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بدل کوگ کو غ کر دیا گیا ہے۔ یا اس کا ترجمہ برقیہ کر دیں جو برق سے بنا ہے، جس کے معنی بجلی ہیں، یہ جدید عربی ہے، چنانچہ آج سے نصف صدی پہلے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان الفاظ کی لغت ترتیب دی تھی اور اس کا نام لغات جدیدہ رکھا تھا (۳) مگر جو الفاظ اس وقت مستعمل تھے وہ اب قدیم ہوگئے اور ان میں ہزار ہا الفاظ کا اضافہ ہوگیا ہے اور بہت سی ڈکشنریاں تیار ہو چکی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ ان الفاظ کے مجموعہ کو لغت کہنا صحیح بھی ہے، اور غلط بھی۔ صحیح یوں ہے کہ قدماء مفرد الفاظ کو بھی لغت کہتے تھے مثلاً سیوطی کی 'المزہر' میں اور العسکری کی کتاب 'الصناعتین' میں، علی القالی کی 'الامالی' میں بکثرت الفاظ کے متعلق پڑھیں گے کہ یہ فلاں قبیلہ میں بولا جاتا ہے ایسے موقع پر وہ حوالہ دیتے ہیں: ھذہ لغة طی یا والکلمة فی لغة قضاعة وعرفت فی لغة کذا وغیرہ اور غلط یوں ہے کہ لغت جس کو ہم بولی یا زبان جو بھی کہیں وہ پورے مجموعہ نظام صوتی، تولید لفظی اور ترکیب نحوی (Syntex Phonology, Morphology) کو کہتے ہیں۔

علم لسانیات کی رو سے مفرد الفاظ زبان میں بنیادی کردار ادا نہیں کرتے، کیونکہ اگر مسمی پایا گیا تو اس کے لئے اسم وضع کر لئے گئے یا عاریۃ دوسری زبانوں سے لے لئے گئے جس کو (Borrowed Vocabolory) کہتے ہیں، بعض الفاظ اپنے معنی بدل دیتے ہیں جس کو (Sementics) کہتے ہیں۔ بعض الفاظ مردہ ہو جاتے ہیں کیونکہ جس معنی کیلئے بولے جاتے تھے وہ ختم ہو چکے، آدمیوں کی طرح الفاظ کا بھی اقبال و زوال ہوتا ہے، مثال کے طور پر عربی میں ''مشہد'' اس جگہ کو کہتے تھے جہاں حاکم وقت کسی کو قتل کرنے یا قصاص کرنے کیلئے کھڑا کرتا اور لوگ جمع کئے جاتے ان لوگوں کے اجتماع کو مشہد کہتے تھے، بعد میں یہ لفظ عیدگاہ کیلئے بولا جانے لگا کیونکہ لوگوں کا جمع ہونا دونوں میں مشترک ہے، لفظ مر جاتے ہیں جیسے عربی کا لفظ تتریب اور اس کا اسم ظرف 'متربة' لغت سے ناپید ہوگیا، پہلے روشنائی خشک کرنے کیلئے لوگ تازہ تحریر پر مٹی ڈال دیا کرتے تھے تاکہ اس کا داغ دوسرے سادہ ورق پر نہ پڑے یا روشنائی پھیل نہ جائے، اور ایک خاص قسم کی ڈبیہ پیتل کی بنائی جاتی تھی جس کے دہانے پر چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے تے اس کو متربة کہتے تھے پھر جب سے بلاٹنگ پیپر کا استعمال شروع ہوا تو لوگ تتریب اور متربہ کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھول گئے اور بال پن کے رواج سے بلائنگ پیپر کو بھی تاریخ کا ذخیرہ بنا دیا بعض الفاظ کا کسی زمانہ میں عروج ہوتا ہے اور اس کے سنتے ہی ذہن پر ایک رعب پڑتا ہے پھر اس لفظ کا زوال ہو جاتا ہے جیسے لفظ مقصورہ ہے۔ سلاطین بنی امیہ و بنو عباس مسجد جاتے تھے صف کے اندر ایک کٹہرہ ہوتا تھا جس کے اندر صرف ایک آدمی کی جگہ ہوتی تھی اور تین جگہ سے بند ہوتا تھا، سلاطین و خلفاء اپنی حفاظت کے خیال سے اس میں نماز ادا کیا کرتے تھے اس وقت اس لفظ کا عروج تھا، اب یہ لفظ ٹریفک کنٹرول کرنے والے سپاہی کے کھڑے ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں، بعض ملکوں میں اس کی شکل بالکل مقصورہ ہی کی سی ہوتی ہے۔ بعض الفاظ ایک زمانہ تک اچھے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں بعد میں وہ مذموم ہو جاتے ہیں جیسے استعارہ کا لفظ ہے جس کے معنی کبھی آبادکاری یا نو آبادکاری کے تھے یہ اچھا نام سمجھا جاتا تھا کہ کوئی بنجر یا ویران علاقہ کو آباد کرے بعد میں امپیرلزم کیلئے یہ لفظ بولا جانے لگا، اور اس کے ساتھ ایک ظالمانہ تصور لفظ کے مفہوم میں داخل ہو گیا کبھی ایک لفظ برا سمجھا جاتا تھا جیسے ثورۃ، بغاوت سرکشی کے لئے مستعمل تھا۔ موجودہ زمانہ میں پرانے فرسودہ نظام کے خلاف آواز اٹھانے کو کہتے ہیں، اور اب یہ لفظ عروج پا گیا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ مجرد اسماء کسی زبان میں کلیدی حیثیت نہیں رکھتے اور زبان کا تشخص اسماء سے نہیں ہوتا

قرآن کریم میں غیر عربی کے بیسیوں الفاظ آئے ہیں کافور، زمہریر، جہنم، رق، استبرق، عبقری امام سیوطی، نے ''الاتقان'' میں ان کی فہرست دی ہے کہ ایک سو چار لفظ ایسے ہیں جو اصلاً غیر عربی کے ہیں، علماء و مفسرین نے ان کی مختلف تاویلات کی ہیں، کسی نے کہا دراصل یہ عربی کے ہی الفاظ تھے جو دوسری زبانوں نے مستعار لے لئے تھے اور پھر عربی نے ان کو قبول کر لیا، کسی نے کہا کہ یہ غیر عربی الفاظ ہیں لیکن ان کو عربیت کے سانچہ میں ڈھال دیا گیا لیکن دراصل ان الفاظ کے غیر عربی ہونے سے قرآن کے دعویٰ ''بلسان عربی مبین'' پر کوئی حرف نہیں پڑتا کیونکہ زبان اسماء کا نام نہیں ہے، زبان کا تشخص اس کا قاعدہ اشتقاق حروف جر و ربط و متعلقات سے ہوتا ہے۔ اگر یہ موجود ہے تو غیر ملکی الفاظ کی کثرت جس قدر ہو زبان نہیں متغیر ہوگی۔ ایک مثال دیتا ہوں مالٹا کی زبان کسی زمانہ میں عربی ہو گئی تھی، یہاں جنگ عظیم سے پہلے مسلمان ترکوں نے اس کو فتح کر کے اسلامی ثقافت وہاں پر رائج کر دی تھی چنانچہ عربی کے بہت سے الفاظ وہاں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زبان میں ابھی بھی موجود ہیں، جیسے مسجد، طریق، منارہ، داخل، خارج، صعود، منزل وغیرہ وغیرہ۔ مگر وہاں کی موجودہ زبان کو عربی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہاں عربی کا قاعدہ اشتقاق بدل کر اٹیلین زبان کے قواعد قبول کر لئے گئے، اب خواہ وہاں ۴۵ فیصد نہیں ۹۵ فیصد بھی عربی زبان کے الفاظ ہوں اس کو عربی زبان نہیں کہا جائے گا خلاصہ یہ کہ برصغیر میں نئی عربی کی اصطلاح'' یا ماڈرن اربک'' جسے کہتے ہیں وہ ایک موہوم چیز ہے جس کا وجود نہیں ہے۔

لسانیات نے جو نا قابل انکار اصول دیئے ہیں ان کی رو سے عربی زبان جو لکھنے پڑھنے کی زبان آج بھی وہی ہے جو دوسری صدی ہجری میں تھی، جو شخص نہج البلاغہ کی نثر اور عمر بن ابی ربیعہ کی نظم سمجھ سکتا ہے وہ آج کے اخبارات، ریڈیو، پارلیمنٹ کی بحثوں، عدالتوں کے فیصلوں اور عوامی تقریر کی زبان بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے، عربی کا یہی کمال ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی اس کے قواعد نحو وصرف اپنے قدیم نہج پر قائم ہیں جبکہ دوسری زبانیں سو دو سو سال میں پرانی ہو جاتی ہیں، غیر مسلم عرب یعنی شام وفلسطین کے عیسائی اور یہودی اور مصر کے قبطی اس کو محسوس کرتے ہیں اور بارہا ایسی تحریکیں چلا چکے ہیں اور آج بھی ان کی آواز مجلہ ''الآدب'' میں سنائی دیتی ہیں کہ قرآن نے عربی زبان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دی ہے۔ عبداللہ القصمی نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے ''ھذہ ھی الاغلال'' (یہی بیڑیاں ہیں) اس میں مذہب اور زبان کے محدود ہونے کا ماتم کیا ہے، ماروت العبود، میخائیل نعیمہ، بشارہ الخواری، ہر چند کے صرف ونحو کی پابند عربی لکھتے رہے۔ کیونکہ وہ اس کے لکھنے پر مجبور ہیں اگر وہ عربی کے نام پر اپنی تجویز کردہ زبان لکھیں بھی تو کوئی ان کی بات سمجھ نہ سکے گا، مگر اعلانیہ اور کبھی بین السطور اس پر ناک بھوں چڑھاتے ہیں کہ ہم جاہلی ادب اور موروثی ادب کے پابند ہو کر ایک کونے میں بند ہو گئے ہیں۔

جدید عربی کا میرے نزدیک جو صحیح مفہوم ہے وہ یہ کہ خیالات وافکار غیر عربی ہوں اور دوسری زبانوں کے طرز کلام کو عربی میں ڈھال دیا جائے، اگر چہ اس میں بھی صرفی ونحوی رعایت فصیح عربی کی ہے، مگر بات کرنے کا انداز غیر عربی ہے، مرحوم مصطفیٰ صادق الرافعی نے الرسائل میں لکھا تھا کچھ لوگ عربی لہجہ میں انگریزی بولتے ہیں اور کسی نے لکھا ہے کہ عربی زبان کو یورپین ہیٹ پہنا کر اس کی گردن میں ٹائی باندھ دی گئی ہے، اگر ہم کسی چیز کو نئی عربی کہہ سکتے ہیں تو واقعتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی زبان ہے جس میں انگلش اور فرنچ کے محاورے لفظی ترجموں کے ساتھ بعینہٖ قبول کر لیئے گئے ہیں۔

اب آیئے تھوڑی دیر نمونہ کے طور پر ان اسالیب پر ایک نظر ڈالیں جہاں عربی اسلوب چھوڑ کر مغربی اسلوب اختیار کر لئے گئے ہیں اور جن کو الرافعی کے بقول ہیٹ اور ٹائی پہنائی گئی ہے، یا وہ لسانی عنصر جس کی بناء پر ہم جدید عربی کا واقعی تشخص کر سکتے ہیں وہ غیر عری ترکیبیں ہیں، جو عربی کے قالب میں ڈھال دی گئی ہیں ان میں بعض ترکیبیں اخبارات کی وجہ سے اتنی عام ہوگئی ہیں کہ لوگوں کے ذہن میں بھی نہیں آتا کہ یہ جملہ انگریزی کا چربہ ہے۔ مثلاً عام طور پر لوگ لکھتے ہیں۔ ھو یعلم کمدرس، یا ھو یشتغل ککاتب ، یہ طرز عربی کا نہیں ہے، یہ ترجمہ ہے He works as a clark , He works as a teacher کا عربی میں اس کو ھو یعمل مدرساً یا کاتباً لکھا جاتا ہے۔ ایک تعبیر ہے کہ یہ چیز قابل استعمال نہیں رہی، یا فلاں شخص میں طاقت نہیں رہی اس کے لئے عام طور پر عاد کا فعل استعمال کرنے لگے ہیں۔ مثلاً کہیں گے:

لم یعد صالحاً للاستعمال عربی فکر کے لحاظ سے اس کو ما بقی یا لم یبق صالحاً ہونا چاہئے۔

اب وہ مثالیں ملاحظہ ہوں جو کثرت سے عربی میں استعمال ہوتی ہیں اور وہ سب مغربی زبانوں کا قالب ہیں

ا۔ قال بمعنی الکلمة، قال بکل ما فی الکلمة من معنی یا فلان مخلص فی العمل بکل ما فی کلمة الاخلاص من المعانی النبیلة ، یہ ترکیب انگریزی پیرایہ بیان کا چربہ ہے، انگریزی میں کہتے ہیں In the full sens of the word

۲۔ کسی مقصد کیلیئے اگر کوئی اپنی جان لڑا دے، زندگی وقف کر دے اس کیلیئے عربی فکر کے لحاظ سے کہتے ہیں ''بذل کل رخیص و غال فی تحقیق ھدفو ''اس مفہوم کو ادا کرنے کیلیئے فرنچ میں یہ ترکیب مستعمل ہے Savieilia Consacre اس کو جدید عربی میں بلا تکلف لکھا گیا ''فلاں کرّس حیاتہ '' حالانکہ لفظ کرّس، عرس میں دخیل ہے اور اس کی اصل مسیحی عقائد درواج سے ماخوذ ہے، کسی جگہ یا ظرف کو خدمت مسیح کیلیئے وقف کرنا یا کلیسا کیلیئے اپنے آپ کو قربان کرنا اس کا مفہوم ہے۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ Carrifice He Sacrifised

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

his Life۔

۳۔ضرورت کی تاکید کیلئے عربی فکر اس کی صفت شدیدہ، ھائلۃ یا فقہاء کے ہاں اضطرار وغیرہ مستعمل ہے، موجودہ عربی میں الحاح کا فاعل لمحتہ بولنے لگے ہیں۔ ضرورۃ ملحمۃ یعنی ایسی ضرورت جو اصرار کررہی ہے، انگریزی میں اس کے Insisting Nead اور فرنچ میں Necessite Instant مستعمل ہے، عربی میں اس کا ترجمہ چل پڑا ہے۔

۴۔کس مبہم عبارت کی وضاحت کرنے کیلئے عربی میں ''قال موضحاً'' یا ''فسر العبارۃ'' وغیرہ بولا کرتے تھے۔ (مصر کے عربی ادب پر فرنچ کا غلبہ ہے اس لئے کہ مصر فرانس کے ماتحت رہا ہے اور وہی علمی قبلہ بنا ہوا ہے)۔جدید عربی میں فرنچ سے یہ ترکیب مستعار لی گئی ہے کہ فلاں حروف پر نقطے ڈالے، وضع النقاط علی الحروف IL amis les points sur les mot

۵۔دوٹوک لفظوں میں جواب دیدیا، کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی، اس مفہوم کو ادا کرنے کیلئے عربی اسلوب یہ تھا: ''لم یدع فلان بحالاً لشک فی الامر'' یا ''قال لہ قولاً صریحاً لا غموض فیہ ولا ابھام'' جیسے شیخ عبدالقادر جرجانی نے دلائل الاعجاز میں استعمال کیا ہے فرنچ میں اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ ایک حرف میں جواب دیدیا۔ عربی صحافت نے یہ اسلوب اپنالیا اب بے تکلف لوگ لکھتے ہیں: أجاب بالحرف الواحد۔

۶۔کسی کی فرمائش یا خواہش پر کوئی کام کرنا، ہمارے قدماء اپنے کتابوں کے دیباچوں میں لکھا کرتے تھے کہ میں نے یہ کتاب اپنے فلاں عزیز یا بزرگ کی خواہش پر تالیف کی ہے اس موقع پر ان کا اسلوب یہ ہوتا تھا:

''کتبت تحقیقاً الرغبۃ فلاں'' یا اس مفہوم کو خوبصورت ترکیب کے ساتھ ابن حاجب نے ''الشافیۃ'' میں لکھا ہے: ''طلب منی من لا یسعنی مخالفتہ'' یعنی مجھ سے ایسے شخص نے فرمائش کی جس کے حکم کی خلاف ورزی پر میں قادر نہ تھا، بہرحال یہ عام مفہوم ہے جس کیلئے بے شمار اسالیب ہیں آج کل عربی صحافت میں As His own request کا ترجمہ ہوگیا ہے ''نزولاً عند رغبتہ'' Debire cedont a son دراصل یہ فرنچ اسلوب ہے۔

۔کسی کا اپنی ڈیوٹی انجام دینا یا اپنے حصہ کا کام پورا کرنا، یا اپنی مفوضہ ذمہ داریوں سے عہدہ برا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونا، عام اسلوب ہے عربی مین اس کیلیے پیرائیہ بیان یہ تھا کہ: ''فلان قام بعمله خير قيام '' یا ''فلان لم يقصر فيما فوض اليه من الا مريا كان موفقاً كل التوفيق في عمله الخاص به '' وغیرہ وغیرہ جدید عربی میں ''لعب الدور '' کی ترکیب استعمال کرنے لگے ہیں۔ ''فلان لعب دوره بنجاح ''یعنی اس نے کامیابی سے اپنا پارٹ ادا کیا، یہ اسلوب تھیٹر کی معاشرت کا غماز ہے، جہاں ایک اداکار پارٹ ادا کرتا ہے، تو اس کو کہا جاتا ہے کہ اس کا پارٹ کامیاب رہا، لہذا اس اصل کو فراموش کر کے ہمارے ثقہ اور ذی فہم مسلمان بھی بلا تکلف لکھنے لگے ''لعب دوراً رائعا '' بہت شاندار پارٹ ادا کیا، اور یہ جملہ فرنچ، اانگریزی اور یمام یورپین زبانوں میں کثرت سے بولا جاتا ہے He Played his part

۸۔ یہ مسئلہ زیر بحث ہے، یا زیر غور ہے، اس مفہوم کو ادا کرنے کیلیے عربی اسلوب یہ ہے: ''ينظر في المعاملة والمسألة موضوع بحث لدى العلماء يالدى المعيين '' عربی کے جدید اسلوب میں اس کو اس طرح کہتے ہیں ''هذه القضية مطروحة علىٰ بساط البحث ''یعنی یہ معاملہ بحث کی بساط پر ڈالا ہوا ہے، جو فرنچ کا لفظی ترجمہ ہے۔

Cotte Cause ostmise sur li topis

۹۔ وقت گزارنے کیلیے اردو میں تو خیر اور کاٹنے کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں فلاں آدمی اپنا وقت کاٹ رہا ہے لیکن عربی میں صرف قضى يقضى ہی کے فعل سے اس کی تعبیر ہوتی ہے، مثلاً فلان قضىٰ عمره في كذا فلان يقضىٰ يومه في كذا۔

نیز ادبی تحریروں میں آتا ہے: ''فلان يوصل ليلة بنهاره في هذا العمل ''یعنی وہ اپنے کام میں دن رات ایک کیئے ہوئے ہے۔ جدید عربی میں اس مفہوم کو ادا کرنے کیلیے قتل الوقت لکھا کرتے ہیں جو لفظی ترجمہ ہے انگریزی اسلوب کا To kill the time جدید عربی میں بے تکلف لوگ لکھنے لگے ہیں فلان يقتل وقته۔

۱۰۔ ہمارے مشرقی ممالک کے ماحول میں کسی خوشی کی بات سے دل میں ٹھنڈک پڑتی ہے۔ اپنی اولاد کو خوش حال دیکھ کو آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، ٹھنڈک اور دل جمعی کیلیے ''برداً و سلاماً '' قرآنی ترکیب سب کو معلوم ہے۔ یہ تعبیر ہماری جغرافیائی نوعیت اور موسم کی غماز ہے مگر انگریزوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہاں اس کے برعکس اچھی چیزوں کو دیکھ کر وہ آنکھیں سینکتے ہیں، ملاقات میں گرما گرمی ہوتی ہے مصافحہ بھی گرم ہوتا ہے، ان کے لئے Warm کا لفظ عام A warm Acception اس کے برعکس اگر ناکامی ہو یا کسی مسئلہ میں کامیابی نہ ہو تو کہتے ہیں کہ اس نے فلاں منصوبہ پر ٹھنڈا پانی ڈال دیا To through cold water

عربی قدیم کے قرۃ العین، ابردا القلب لقائہ اثلج الصدور، کے بجائے ''لقاء حاراً'' حاراً رحب بکم اجمل الترعیب کے بجائے احر الترحیب یا ترحیباً حاراً بولنا رائج ہو گیا اسی طرح کی بیسیوں مثالیں ہیں جس میں عقیدہ کی جھلک ہے۔ کہیں موسم کی کہیں معاشرت کی ایسے موقع پر جب کہ یہ کہنا مقصود ہے کہ فلاں شخص نے اپنی آخری کوشش کر لی، یا جو بھی اس سے بن پڑا کر ڈالا، یا اپنی آخری کوشش کر کے دیکھ لی عربی میں کہا کرتے تھے: اخرج آخر سهامه من كنانته یعنی اس نے اپنی ترکش کا آخری تیر چلا دیا، یا کہیں گے: بذل أقصه مساعیه فی الامر مگر جدید عربی میں کہتے ہیں ''فلان لعب ورقتة الأخيرة'' یعنی اپنی تاش کا آخری پتہ پھینک دیا He played his last card

اس طرح بے شمار مثالیں دی جا سکتی ہیں جہاں عربی کی صحیح مثالوں کو چھوڑ کر یورپین زبانوں کی ترکیبیں رائج کر دی گئی ہیں، ممکن ہے اس کو بیجا نکتہ چینی کہا جائے اور یہ کہا جائے کہ ہر زمانہ میں اس طرح کی تعبیرات قبول کی جاتی رہی ہیں، جیسے عباسی دور کی چوتھی صدی میں یونانی منطق کی راہ سے منطق کی اصطلاحات کے ترجمے کئے گئے دلیل علی دلیل لمیّ، اللانهلية البتة (۴) کے علاوہ عربی قواعد کی ہیئت بھی بگاڑ دی گئی مثلاً قضایا شرطیہ کی مثالیں جو وضع کی گئیں ان میں آپ اس طرح کے جملے دیکھیں گے جو عربیت کے لحاظ سے بہت ہی رکیک ہیں۔

ليس البتة اذا كانت الشمس طالعة فالليل موجود ليس البتة اذا كانت الشمس طالعة فالنهار ليس بموجود

فارسی کے اثرات سے بھی بہت سی ترکیبیں عربی میں رواج پا گئی تھیں، جیسے القاب واحترام کیلئے حضرۃ المکرم، حضرۃ الشیخ، یا جب ترکوں کی حکومت ہوئی تو عطوفۃ العلامہ فضیلۃ الشیخ، سماحۃ الشیخ ان میں مشرقی نصرانی تہذیب کی بو صاف محسوس ہوتی ہے، لیکن ان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اثرات پورے لٹریچر پر نہیں تھے، اور منطق کی اصطلاحات منطقی ہی کی کتابوں تک محدود تھیں، شعر ونثر میں ان کا گزر نہیں تھا ان کی حیثیت اصطلاحات کی تھی اور فارسی وترکی اثرات زبان و بیان کے چند گوشوں تک محدود تھے اور ان پر نکیر کرنے والے علماء بھی تھے، مگر اب شام ومصر کے عیسائی اور خاص طور سے وہ ادباء جو امریکہ میں جا کر آباد ہو گئے ہیں اور ایک نئے لٹریچر کو ''أدب المهجر''(۵) کے نام سے روشناس کرا رہے ہیں وہ واقعی ایسی ہی عربی ہے کہ الفاظ وترکیب تو عربی کے ہیں لیکن لکھی جاتی ہے بائیں طرف سے۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ساتر،ستار کی جگہ اسمائے حسنہ میں تو نہیں ہے مگر مفہوم یہی ہے کہ خدائے ستار پردہ پوشی فرمانے والا ہے اور پکارنے والے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پردہ دار خواتین پردہ میں ہو جائیں

۲۔صوتی لحاظ سے یہ فرق قابل نظر انداز ہے جو اصوات عربی میں نہیں ہے۔ مثلاً چ،ٹ،پ وغیرہ ان کی جگہ ج،ت،ب استعمال کیے جاتے ہیں

۳۔اس کتاب کے تیسرے ایڈیشن میں مولانا مسعود عالم ندویؒ نے بڑا فاضلانہ مقدمہ لکھا ہے جس میں آج سے چالیس سال پہلے عربی صفحات میں مستعمل ترکیبوں کی غلطیاں واضح کی تھیں، جس کو مصر کے ''الفتح'' نے تحسین کے ساتھ نقل کیا تھا۔ندوۃ نے عربی ادب کو اس لئے اہمیت دی تھی کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے براہ راست تعلق پیدا ہو، اس لئے ہر دور میں اسی اسلوب کی وکالت کرتا رہا جو پہلی اور دوسری صدی کی مستند اور ٹکسالی زبان تھی جب تک وہ فارس اور یونان کے اثرات سے محفوظ تھی جس میں عصری اخبارات کی بے راہ روی کی اصلاح ہندوستان کے کونے میں بیٹھے ایک نوجوان ندوی نے کی تھی اور اس کو خود مصر کے ممتاز اہل قلم نے سراہا۔

۴۔بتّ بیت حتمی طور پر فیصلہ کرنے یا کسی سلسلہ کو کاٹ دینے کیلئے بولا جاتا ہے،بتة کا اسم ہوا جس پر لازم الف تعریف کا لگا دیا گیا۔ایک موضوع حدیث ما ننسخ من آیةأو ننسها کے ضمن میں بیان کی جاتی ہے اس میں یہ لفظ آیا ہے مگر اس کا حد درجہ ضعیف بلکہ موضوع ہونا خود اس لفظ سے بھی ظاہر ہے، کیونکہ قرآن کریم میں نہیں آیا اور نہ پہلی دوسری صدی کی عربی میں اس کا وجود ہے۔

۵۔قاعدہ لے لحاظ سے مھجر اسم ظرف ومکان ہے، چھوڑی ہوئی چیز یا جگہ،مگر اصطلاح میں ترک وطن کر کے جہاں آباد ہو گئے ہیں اس کو مھجر کہنے لگے ہیں، صحیح لفظ اس کیلئے مہاجر ہے۔

© rasailojaraid.com